شہدائے جیونی

ثناء بلوچ

نوٹ: ۔ یہ مضمون ثناء بلوچ صاحب نے 1988ء میں تحریر کیا تھا

بحر بلوچ کی موجیں بلوچستان کے ساحلی شہر جیوانی کے کنارے پر آکر رک جاتیں اور پھر روایتی شرمندگی کے ساتھ واپس ہو جاتیں رات کی سیاہی کو نومولود سورج کی روشنی نے قید کرلیا اور اکیس فروری کا آفتاب آب و تاب سے چمکنے لگا۔

جیوانی کے مفلوک الحال باشندوں نے اپنی بنیادی ضروریات زندگی کے حصول کیلئے مطالبے کیلئے بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ و جلوس کی تیاریاں شروع کردیں۔

بی ایس او کے کارکن اور جیونی کے عوام احتجاجی بینر اور پلے کارڈز جن پر پانی دو بجلی دو اور تعلیم دو کے نعرے کندہ تھے ہاتھوں میں لئے شہر کی طرف رواں تھے۔

خواتین نے حاکمین وقت کی توجہ مبذول کرانے کی غرض سے چادر اور چاردیواری سے باہر نکلنے کا فیصلہ کرلیا اور تعلیمی سہولتوں سے محروم بچوں نے اپنے کھلونے دور پھینک دیئے اور اس احتجاجی جلسے میں شرکت کیلئے روانہ ہوگئے جیونی کے عوام نے روایتی جوش و جذبے کا اظہار کرتے ہوئے اپنا کام کاج چھوڑ کر اپنی بنیادی ضروریات زندگی کی سہولتوں کے مطالبے کیلئے منعقدہ اس پرامن جلسے میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا جیونی شہر کی مختلف گلیوں اور کوچوں سے مرد خواتین اور بچوں کے قافلے بی ایس او کے علاقائی دفتر کی طرف رواں دواں تھے۔

جیونی شہر میں ہر طرف احتجاجی بینر اور بی ایس او کے جھنڈے لہرا رہے تھے تازہ دم نوجوان اور تنظیم کے کارکن آنے والے قافلوں کو نظم و ضبط کی تلقین کرتے ہوئے ان کو جلوس میں شامل کررہے تھے جو چند لمحوں بعد پورے جیونی شہر میں اپنے مطالبات کیلئے مارچ کرنے کو جارہا تھا۔

ہر طرف بلوچستان زندہ باد ہماری ضرورت قومی حقوق کی بازیابی اور بجلی دو، پانی دو کے واشگاف نعرے سمندری موجوں کی طرح تیزی کیساتھ اٹھتے اور پھر خاموش ہوجاتے۔

جلوس اہم شاہراہ پر داخل ہوگیا تھا دکانیں اور کاروباری ادارے بند تھے ڈی سی گوادر اور صوبائی انتظامیہ کی رضامندی علاقائی انتظامیہ کو پہلے سے حاصل تھی اور استے میں آدم کش انتظامی دستے نے پرامن جلوس پر فائر کھول دیا، سمندری موجوں، مفلوک الحال عوام کے پرعزم نعروں اور ریاستی کارندوں کی فائرنگ سے کان کے پردے پھٹنے کو آرہے تھے مظاہرین اس قہر الٰہی سے ناواقف تھے اور وہ پناہ کی غرض سے ادھر ادھر کو منتشر ہونے لگے بچوں کی چیخ و پکار عورتوں کی گریہ وزاری شروع تھی جبکہ جوانمر دیستان کرحاکموں کے اس جبر کو اپنے سینے پر نقش کئے جارہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے بلوچستان کی اس ساحلی بستی کو مقتل گاہ میں تبدیل کردیا گیا۔ دوپہر بارہ بجے کے قریب پورے شہر پر موت کا سایہ منڈلا رہا تھا اور ہر طرف بارود کی بدبو اور معصوم مظاہرین کے خون کے دھبے اور ضروریات زندگی کے مطالبات پر مشتمل بینر اور پلے کارڈ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے انتظامیہ کے اہلکار اپنی متشددانہ کارروائی کے بعد دیدہ دلیری سے شہر میں گشت کرنے لگے۔ دھول اور مٹی کی دھند کے ہٹ جاتے ہی شہر کے اہم چوراہے پر تین انسانی لاشیں بے یار و مددگار پڑی ہوئی تھیں جبکہ انتظامی اہلکار خونخوار گدھ کی طرح لاشوں کے آس پاس منڈلا رہے تھے۔

یہ ان مظلوم و محکوم عوام کی لاشیں تھیں جو کچھ دیر پہلے ریاستی مشینری سے خوشحال زندگی کا مطالبہ کررہے تھے لیکن قبضہ گیر اختیارداروں نے انہیں موت کی نیند سلا دیا۔

جیونی کی سڑکوں پر بکھری ہوئی یہ لاشیں صرف غیر مند نوجوانوں کی نہیں بلکہ ان میں بلوچ ماں اور تعلیم کے مطالبے کا بینر اٹھانے والی بلوچ بیٹی کی لاش بھی ان میں شامل تھی۔

جیونی کی سڑکوں پر جام شہادت نوش کرنے والوں میں نوجوان غلام نبی بلوچ، بی بی ازگل اور معصوم یاسمین بلوچ شامل تھیں۔

جیونی کا رابطہ پورے بلوچستان سے منقطع کردیا گیا اور شام گئے تک انتظامیہ لاشوں کو ورثاء کے حوالے نہیں کررہی تھی رات گئے پورے بلوچستان میں اس واقعہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

۲۳فروری کا دن پورے بلوچستان میں یوم سیاہ اور احتجاج کے طور پر منایا گیا جام غلام قادر اور ڈی سی گوادر اپنی اس انتظامی وفاداری پر اسلام آباد کے حکمرانوں سے داد تحسین حاصل کرتے رہے۔

۲۴فروری کو کوئٹہ پریس کلب میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بی ایس او کے مرکزی رہنماؤں نے جیونی کے شرمناک سانحہ کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ سانحہ جیونی کے ذمہ دار افراد کو برطرف کیا جائے اور عوامی و سیاسی عوامل (غیر سرکاری) پر مشتمل تحقیقاتی کمیشن قائم کرکے ذمہ دار عناصر کو سرعام سزا دی جائے۔

صوبائی حکومت کی طرف سے اس سانحہ کو محض انتظامی اہلکاروں کی غلطی قرار دیا گیا اور ایک سرکاری کمیشن قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا لیکن کئی سال گزرنے کو آرہے ہیں لیکن تاحال کمیشن کی کوئی رپورٹ سامنے نہیں آئی۔

وزیراعلیٰ جام میر غلام قادر خان نے ڈی سی گوادر اور کمشنر مکران ڈویژن کو برطرف کرنے سے صاف طور پر انکار کردیا۔

سانحہ جیونی کے ردعمل میں کراچی میں بی ایس او کے زیر اہتمام ہڑتال کی گئی اور جلوس نکالا گیا جسے سندھ پولیس نے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور مظاہرین پر آنسو گیس کے شیل پھینکے اور ہوائی فائرنگ بھی کی گئی جس کی وجہ سے کئی افراد زخمی ہوئے۔

واضح رہے کہ 1987ء میں بلوچستان میں مسلم لیگ کی حکومت قائم تھی اور مرکز میں محمد خان جونیجو وزیراعظم کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان کے عہدے پر فائز تھے لیکن ان کی اسلام دوستی جیونی کے عوام کے کام نہیں آئی اور مرکزی حکومت نے اس سلسلے میں مکمل جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے صوبائی حکومت کی کارروائی کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے پرامن احتجاجی مظاہرے کو وطن دشمنی اور روس نوازغداروں کا احتجاج قرار دیتے ہوئے اس طرف کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔